# فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

**سوال**: لوگوں میں سب سے زیادہ حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟

**جواب**: ماں وہ رشتہ ہے، جو سب سے بڑھ کر حسن سلوک کی مستحق ہے، ماں باپ کا ہر جائز حکم پورا کرنا ضروری ہے، ان کو تنگ کرنا یا برا بھلا کہنا گناہِ کبیرہ ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ إِحْسَانًا إِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ کِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا کَرِیمًا، وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیَانِي صَغِیرًا﴾

(بني إسرائیل : ٢٤_٢٥)

”آپ کا رب فیصلہ کرتا ہے کہ اس کے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ، والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اگر تمہارے والدین یا ان میں سے کوئی بڑھاپے میں پہنچ جائیں، تو انہیں اُف بھی نہیں کہنا، بلکہ بڑی عمدہ بات کرنی ہے۔ عجز و نیاز سے اُن کے آگے جھکے رہو اور اُن کے حق میں دعا کرو کہ اے اللہ! جیسے انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے، تو بھی اُن پر رحمت فرما۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: اللہ کے رسول! لوگوں میں سے میرے عمدہ برتاؤ کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: آپ کی ماں، پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: پھر آپ کے والد گرامی۔''

(صحيح البخاري :5971، صحيح مسلم : 2548)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے، پوچھا گیا: یارسول اللہ! کوئی اپنے والدین پر کیسے لعنت بھیجے گا؟ فرمایا: وہ کسی کے باپ کو برا بھلا کہے گا، تو وہ بھی اس کے باپ اور اس کی ماں کو برا بھلا کہے گا۔''

(صحيح البخاري : 5973، صحيح مسلم : 90)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ الْعَاقُّ بِوَالِدَيْهِ، وَالْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ، وَالدَّيُّوثُ .

''تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا؛ ① والدین کا نافرمان ② مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت ③ دیوث۔''

(مسند الإمام أحمد : 6180، وسندهٔ حسنٌ)

❁ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’منبر لائیں۔ ہم منبر لائے ،آپ ﷺ نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، تو آمین کہا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچے، تو آمین کہا۔ جب تیسری سیڑھی پر چڑھے، تو پھر آمین کہا۔ نیچے تشریف لائے، تو ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آج ہم نے آپ سے خلاف معمول بات سنی، فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے : اس کے لیے ہلاکت ہو، جو رمضان پائے، لیکن اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔ میں نے آمین کہہ دیا۔ دوسری سیڑھی پر پہنچا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس آپ کا تذکرہ ہو، لیکن وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے آمین کہا۔ تیسری پر چڑھا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ بھی ہلاک ہو، جس کے پاس اس کے ماں باپ، دونوں یا ایک بوڑھا ہو اور وہ اس کے جنت میں داخلے کا سبب نہ بن سکیں۔ میں نے پھر آمین کہہ دیا۔‘‘

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 153/4، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ’’صحیح الاسناد‘‘ اور حافظ ذہبی نے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

**سوال**: کیا ماں کو وراثت میں حق دار بنایا گیا ہے؟

**جواب**: ماں ہر صورت وراثت کی حق دار ہے، البتہ مختلف حالتوں میں اس کے حصے کی مقدار مختلف ہے، مگر کسی حالت میں ماں محروم نہیں ہوتی۔

**سوال**: کیا مصحف سے دیکھ کر نماز میں قرأت کی جا سکتی ہے؟

**جواب**: نماز میں زبانی قراءت کی قدرت نہ ہو تو قرآن ہاتھ میں پکڑ کر قرأت کی جا سکتی ہے، محدثین اسے جائز سمجھتے تھے، نیز اگر سامع حافظ نہ ہو، تو وہ بھی ایسا کر سکتا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ .

**''ان کے غلام ذکوان انہیں امامت قرآن مجید سے دیکھ کر کرواتے تھے۔''**

(صحيح البخاري : 1/96 تعليقاً، مصنّف ابن أبي شيبة : 2/337؛ كتاب المَصاحف لابن أبي داود : 797، السنن الكبرىٰ للبَيهقي : 2/253، وسندهٗ صحيحٌ)

**حافظ نووی** رحمہ اللہ (خُلاصة الأحكام : 1/550) **نے سند کو ''صحیح'' اور حافظ ابن حجر** رحمہ اللہ (تغليق التعليق : 2/291) **نے روایت کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔**

❁ **امام ایوب سختیانی** رحمہ اللہ **فرماتے ہیں:**

كَانَ مُحَمَّدٌ لَّا يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَّؤُمَّ الرَّجُلُ الْقَوْمَ يَقْرَأُ فِي الْمُصْحَفِ .

**''امام محمد بن سیرین تابعی** رحمہ اللہ **کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ آدمی قوم کی امامت کروائے اور قرأت قرآن مجید سے دیکھ کر کرے۔''**

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/337، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **امام شعبہ** رحمہ اللہ، **بیان کرتے ہیں:**

فِي الرَّجُلِ يَؤُمُّ فِي رَمَضَانَ يَقْرَأُ فِي الْمُصْحَفِ، رَخَّصَ فِيهِ .

**''حکم بن عتیبہ** رحمہ اللہ **رمضان المبارک میں قرآن سے دیکھ کر قراءت کی رخصت دیتے تھے۔''**

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/337، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **امام حسن بصری** رحمہ اللہ **اور امام محمد بن سیرین** رحمہ اللہ، **فرماتے ہیں:**

**''نماز میں قرآن پکڑ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''**

(مصنّف ابن أبي شيبة : 2/337، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''نماز میں قرآن سے دیکھ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 337/2؛ وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَرٰى بِالْقِرَاءَ ةِ مِنَ الْمُصْحَفِ فِي رَمَضَانَ بَأْسًا، يُرِيدُ الْقُرْآنَ .

''رمضان المبارک میں قرآن سے دیکھ کر قراءت میں حرج نہیں۔''

(كتاب المصاحف لابن أبي داوٗد : 805، وسندهٗ حسنٌ)

❁ محمد بن عبداللہ بن مسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ ابْنَ شِهَابٍ عَنِ الْقِرَائَةِ فِي الْمُصْحَفِ يَؤُمُّ النَّاسَ، فَقَالَ : لَمْ يَزَلِ النَّاسُ مُنْذُ كَانَ الْإِسْلَامُ يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ .

''میں نے امام زہری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ لوگ امامت کرواتے ہوئے قرآن ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں؟ فرمایا: شروع اسلام سے ہر دور کے مسلمان ایسا کرتے آئے ہیں۔''

(كتاب المَصاحف لابن أبي داوٗد : 806، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام مالک رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص قرآن ہاتھ میں پکڑ کر امامت کرواتا ہے؟، فرمایا:

لَا بَأْسَ بِذٰلِكَ إِذَا اضْطُرُّوا . ''اگر مجبوری ہو، تو حرج نہیں۔''

(كتاب المَصاحف لابن أبي داود : 808، وسندهٗ حسنٌ)

❁ امام ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ ابْنُ سِيرِينَ يُصَلِّي وَالْمُصْحَفُ إِلٰى جَنْبِهٖ، فَإِذَا تَرَدَّدَ نَظَرَ فِيهِ .

''امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ نماز پڑھتے، تو قرآن ان کے پہلو میں پڑا ہوتا۔ جب بھول جاتے تو اسے دیکھ لیتے۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 420/2، ح :3931، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ ثابت بنانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَنَسٌ يُّصَلِّي وَغُلَامُهٗ يُمْسِكُ الْمُصْحَفَ خَلْفَهٗ، فَإِذَا تَعَايَا فِي آيَةٍ، فَتَحَ عَلَيْهِ .

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تو ان کا غلام ان کے پیچھے قرآن پکڑ کر کھڑا ہو جاتا۔ جب آپ کسی آیت پر رکتے تو لقمہ دے دیتا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 337/2، السنن الكبرٰى للبَيهقي : 212/3، وسندہٗ صحیحٌ)

ثابت ہوا کہ قرآن پکڑ کر قراءت کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اس کے خلاف سلف سے کچھ ثابت نہیں۔

شیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری (2 /185) کی تحقیق میں اسے بوقت ضرورت جائز قرار دیا ہے۔

**سوال**: حدیث سفینہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

**جواب**: سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : الْخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ يَكُونُ مُلْكٌ ثُمَّ قَالَ سَفِينَةُ : أَمْسِكْ، خِلَافَةُ أَبِي بَكْرٍ وَخِلَافَةُ عُمَرَ ثِنْتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَسِتَّةُ أَشْهُرٍ

وَخِلَافَةُ عُثْمَانَ ثِنْتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَسِتَّةُ أَشْهُرٍ ثُمَّ خِلَافَةُ عَلِيٍّ تَكْمِلَةُ الثَّلَاثِينَ قُلْتُ : فَمُعَاوِيَةُ؟ قَالَ : كَانَ أَوَّلَ الْمُلُوكِ .

''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: میری اُمت میں خلافت تیس سال ہوگی، پھر بادشاہت ہوگی۔سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: شمار کر لیجئے، سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت بارہ برس چھ ماہ تھی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال تھی، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت نے تیس سال پورے کر دیئے۔(سعید بن جمہان رحمہ اللہ کہتے ہیں) میں نے پوچھا: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ؟ فرمایا: وہ پہلے بادشاہ تھے۔''

(مسند الطّيالسي : 1203، مسند الإمام أحمد : 221/5، سنن التّرمذي : 2226، وسندہٗ حسنٌ)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ .

''خلافت علی منہاج النبوۃ تیس سال تک ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا، بادشاہت عطا کر دے گا۔''

(سنن أبي داود : 4646، وسندہٗ صحيحٌ)

حشرج بن نباتہ کی متابعت سنن ابی داود (۴۶۴۶) وغیرہ میں عبدالوارث بن سعید بصری (ثقہ،ثبت) نے اور مسند احمد (۵/ ۲۲۰، ۲۲۱) وغیرہ میں حماد بن سلمہ (ثقہ ثبت) اور سنن ابی داود (۴۶۴۷) میں العوام بن حوشب الواسطی نے کی ہے۔

رہا مسئلہ سعید بن جمہان کا، تو جمہور نے اس کی توثیق کی ہے۔

اس کی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (السنۃ للخلال،ص:۴۱۹)،امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (تاریخ یحیی بن معین:۳٦۹۵)،امام ابن عدی رحمہ اللہ (الکامل:۳/ ۴۰۲)،امام یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ (المعرفۃ والتاریخ:۲/ ۸۷)، امام ترمذی رحمہ اللہ (السنن : ۲۲۲٦، بتحسین حدیثه)امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ (السنۃ:۱۲۲۲،بتصحیح حدیثه)،امام ابن الجارود رحمہ اللہ (المنتقی : ۹۷٦، بتصحیح حدیثه) امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات : ۴/ ۲۸۷)، امام حاکم رحمہ اللہ (المستدرک : ۳/ ۷۱، بتصحیح سنده) اورحافظ ہیثمی رحمہ اللہ (مجمع الزوائد : ۳٦٦/۹)وغیرہم نے توثیق کی ہے۔

کسی ثقہ امام نے انہیں ''ضعیف'' نہیں کہا۔

رہا امام بخاری رحمہ اللہ (التاریخ الصغیر : ۱۹٦/۱) اور حافظ ساجی رحمہ اللہ (تہذیب التھذیب:۴/ ۱۴) کا «لَا يُتَابَعُ عَلٰى حَدِيثِهٖ» ''اس کی حدیث پر متابعت نہیں کی گئی۔'' سے مراد یہ حدیث نہیں ہے۔

ویسے بھی جب حشرج بن نباتہ واضح ثقہ ہے،تو متابعت نہ بھی ہو،تو حرج نہیں۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كَثِيْرٌ مِّنَ الثِّقَاتِ قَدْ تَفَرَّدُوْا، فَيَصِحُّ أَنْ يُّقَالَ فِيْهِمْ : لَا يُتَابَعُوْنَ عَلٰى بَعْضِ حَدِيْثِهِمْ.

''کتنے ہی ثقہ راوی ہیں، جن کے بارے میں کہنا درست ہوگا کہ ان کی متابعت نہیں ہوئی۔'' (تاريخ الإسلام : 4/ 1199، ت بشار)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے اپنی کتاب ''من تكلم فيه وهو موثق أو صالح الحديث'' (۱۲۷) میں ذکر کیا ہے،لہٰذا حافظ ذہبی کا ''قوم يضعّفون'' (میزان الاعتدال

:۱۳۱/۲) کہنا مضر نہیں۔امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ کا ''شَیْخٌ یُکْتَبُ حَدِیثُهٗ وَلَا یُحْتَجُّ بِهٖ''(اس کی حدیث میں اضطراب ہے۔) کہنے سے اس کی ہر ہر حدیث کا مضطرب ہونا لازم نہیں آتا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (السنۃ للخلال،ص: ۴۱۹)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۶۶۵۷)، امام ابن ابی عاصم رحمہ اللہ (السنۃ:۱۲۲۲) اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (مجموع الفتاویٰ: ۱۸/۳۵) نے اس حدیث کو، جبکہ امام حاکم رحمہ اللہ (المستدرک : ۷۱/۳) اور حافظ بوصیری رحمہ اللہ (اتحاف الخیرۃ:۲۷۶/۸) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ (سنن ترمذی:۲۲۲۶) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (مُوافقۃ الخُبر الخَبر : ۱۴۱/۱) نے اس حدیث کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سعید بن جمہان صغیر تابعی اور صدوق راوی تھے۔''

کسی ''ثقہ'' محدث نے اس حدیث پر کلام نہیں کیا، بلکہ محدثین نے اس حدیث کی تصحیح کر کے اسے قبول کیا ہے، لہٰذا ابن خلدون مورخ (تاریخ ابن خلدون :۴۵۸/۲) اور ابن العربی مالکی (العواصم من القواصم،ص:۲۰۱) کا اسے بغیر دلیل کے صحیح تسلیم نہ کرنا نا قابل التفات ہے۔

## حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ سے محدثین کا استدلال :

① میمونی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''امام احمد رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ خلافت بارے کیا خیال ہے؟ فرمایا: ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم (ہی خلیفہ تھے)، کہا گیا، آپ حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ سے

استدلال کرتے ہیں؟ فرمایا: میں حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ سے بھی استدلال کرتا ہوں، ایک دوسری دلیل بھی مدنظر ہے، وہ یہ کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہ خوبی جانتا ہوں کہ وہ سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں امیر المومنین کے نام سے موسوم نہیں ہوئے، نہ ہی آپ نے جماعت، جمعہ اور حدود قائم کیں، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ نے یہ کام کیا، معلوم ہوا کہ اب یہ کام ان پر واجب ہو گیا تھا، جو پہلے واجب نہ تھا۔''

(الإعتقاد : 469، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''خلافت کے بارے میں ہم حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ سے دلیل لیتے ہیں۔''

(مسائل الإمام أحمد لعبد اللّٰه : 1833)

② امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث ائمہ اربعہ کی خلافت پر دلالت کرتی ہے۔''

(الإبانة عن أصول الدّيانة :251)

③ امام ابن حبان رحمہ اللہ (صحیح ابن حبان: ۶۶۵۷)

④ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ (صریح السنۃ، ح: ۷)

⑤ امام آجری رحمہ اللہ (الشریعۃ: ۵۶۴)

⑥ امام بیہقی رحمہ اللہ (الاعتقاد: ۴۶۷) بھی اس حدیث سے خلفائے اربعہ کا ہی اثبات کرتے ہیں۔

❀ امام سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَحَقَّ بِالْوِلَايَةِ مِنْهُمَا فَقَدْ

خَطَّأَ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَالْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارَ، وَمَا أُرَاهُ يَرْتَفِعُ لَهُ مَعَ هٰذَا عَمَلٌ إِلَى السَّمَاءِ.

**''جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ، سیّدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے خلافت کے زیادہ حق دار تھے، اس نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ، مہاجرین اور انصار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کو غلط قرار دیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس عقیدے کے ساتھ اس کا کوئی عمل آسمان کی طرف بلند ہو۔''**

(سنن أبي داوٗد : 4630، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

**''اہل سنت جو اہل فقہ و اہل الحدیث ہیں، ان کا مذہب ہے کہ سیّدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو مقدم کیا جائے اور سیّدنا عثمان و علی رضی اللہ عنہما اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کی جائے، ان کے محاسن ذکر کیے جائیں، ان کے فضائل عام کیے جائیں اور ان کے حق میں استغفار کیا جائے۔ یہی حق ہے، جس کا خلاف جائز نہیں۔ والحمد للہ!''** (الإستذكار : 110/5)

**سوال**: کیا حاکم وقت کی اطاعت ضروری ہے؟

**جواب**: **حاکم وقت کی اطاعت ضروری ہے، بشرطیکہ شریعت کی مخالفت میں نہ ہو، ورنہ اطاعت نہیں۔**

❁ **اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:**

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ

كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾

(النّساء : ٥٩)

''اہل ایمان! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے ولی الامر کی اطاعت کرو، اگر تمہارے درمیان کوئی اختلاف ہو جائے، تو اسے اللہ و رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو، اس میں خیر ہے اور بہترین انجام ہے۔''

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنَى الرَّدِّ إِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ الرَّدُّ إِلٰى كِتَابِهٖ، وَمَعْنَى الرَّدِّ إِلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّدُّ إِلٰى سُنَّةٍ بَعْدَ وَفَاتِهٖ، وَهٰذَا مِمَّا لَا خِلَافَ فِيهِ بَيْنَ جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ .

''اللہ کی طرف پھیرنے کا معنی قرآن کی طرف پھیرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیرنے کا معنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی سنت کی طرف رجوع ہے، اس بارے میں تمام مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔''

(شرح الصّدور بتحريم رفع القبور، ص 3)

**سوال**: کیا سقیفہ بنی ساعدہ میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی؟

**جواب**: سقیفہ بنی ساعدہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر تمام لوگوں نے بیعت کر لی۔

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'میں نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا خطبہ سنا، وہ منبر پر بیٹھے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اگلا دن تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے، کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا: مجھے امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بعد تک

زندہ رہیں گے اور سب سے آخر میں فوت ہوں گے۔ اگر محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں، تو اللہ نے آپ کے درمیان وہ چیز رکھی ہے، جس کے ذریعے اس نے محمد ﷺ کی رہنمائی فرمائی تھی، ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں اور غار میں ان کے ساتھ دوسرے تھے۔ وہ آپ کے اُمور چلانے کے زیادہ مستحق ہیں، کھڑے ہو جائیں اور ان کی بیعت کریں۔ صحابہ کرام کے ایک گروہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ان کی بیعت کر لی تھی اور عام بیعت منبر پر ہوئی۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اس دن سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے کہ منبر پر چڑھیے۔ وہ بار بار کہتے رہے حتیٰ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھ گئے، تو لوگوں نے ان کی عام بیعت کی۔''

(صحيح البخاري : 7219)

**سوال**: امیر مہدی کے متعلق اہل سنت کا نقطہ نظر کیا ہے؟

**جواب**: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ مہدی کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا۔ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں گے، قربِ قیامت پیدا ہوں گے اور وہ پوری دنیا میں عدل و انصاف کے پھریرے لہرائیں گے۔

ائمہ محدثین کا اتفاق ہے کہ مہدی کے بارے میں مروی احادیث متواتر اور صحیح ہیں۔ اہل علم کی تحقیق ملاحظہ ہو:

① حافظ عقیلی رحمہ اللہ (م:۳۲۲ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْمَهْدِيِّ أَحَادِيْثُ جِيَادٌ.

''مہدی کے بارے میں عمدہ احادیث ہیں۔''

(الضّعفاء الكبير : 254/3)

❁ نیز فرماتے ہیں:

فِي الْمَهْدِيِّ أَحَادِيثُ صَالِحَةُ الْأَسَانِيدِ .

''مہدی کے بارے احادیث کی سندیں ثابت ہیں۔''

(الضّعفاء الكبير : 75/2)

② علامہ ابوالحسین محمد بن حسین الآبری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ وَاسْتَفَاضَتْ بِكَثْرَةٍ رُّوَاهَا عَنِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَهْدِيِّ .

''ظہور مہدی کے بارے میں سیدنا محمد مصطفی ﷺ سے متواتر و مشہور روایات مروی ہیں۔''

(تهذيب التهذيب لابن حجر : 144/9)

③ حافظ بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَحَادِيْثُ فِي التَّنْصِيْصِ عَلٰى خُرُوْجِ الْمَهْدِيِّ أَصَحُّ إِسْنَادًا وَفِيْهَا بَيَانُ كَوْنِهٖ مِنْ عِتْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''مہدی کی آمد کے بارے میں احادیث کی سندیں صحیح ہیں۔ ان میں وضاحت ہے کہ مہدی خانوادہ نبوت سے ہوں گے۔''

(تاريخ ابن عساكر : 517/47، تهذيب التّهذيب لابن حجر : 126/9)

④ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْعُلَمَاءُ أَنَّ خُرُوجَ الْمَهْدِيِّ حَقٌّ لَّا شَكَّ فِيهِ وَلَا رَيْبَ، وَأَنَّ خُرُوجَهٗ يَكُونُ قَبْلَ خُرُوجِ الدَّجَّالِ، وَقَبْلَ نُزُولِ

عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ .

''اہل علم کا اجماع ہے کہ مہدی کا آنا برحق ہے، جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں، نیز اجماع ہے کہ مہدی کا آنا دجال کے خروج اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول سے پہلے ہوگا۔''

(المسالك في شرح مؤطأ الإمام مالك : 321/7)

⑤ مفسر قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

''صحیح متواتر احادیث میں ہے کہ مہدی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہوں گے، لہٰذا مہدی کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قرار دینا درست نہیں۔''

(تفسير القرطبي : 122/8)

⑥ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأَحَادِيثَ الَّتِي يُحْتَجُّ بِهَا عَلٰى خُرُوجِ الْمَهْدِيِّ أَحَادِيثُ صَحِيحَةٌ .

''مہدی کی آمد والی احادیث صحیح ہیں۔'' (منهاج السنّة : 95/4)

**سوال**: ''امام غائب'' کی کیا حقیقت ہے؟

**جواب**: امیر مہدی کے مقابلہ میں روافض نے ''امام غائب'' بنا رکھا ہے۔ وہ ان کا ''مہدیٔ منتظر'' ہے۔ اس کا نام محمد بن حسن عسکری رکھا ہے۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''اس سے مراد وہ مہدی ہیں، جو آخر زمانے میں ہوں گے۔ وہ ایک خلیفہ راشد اور ہدایت یافتہ امام ہوں گے۔ ان سے مراد وہ مہدیٔ منتظر نہیں جس کے

بارے میں رافضی دعویٰ کرتے ہیں اور سامراء کے ایک مورچے سے اس کے ظہور کے منتظر ہیں۔اس کی کوئی حقیقت نہیں، نہ اس کے بارے میں کوئی روایت واثر ہی موجود ہے۔''

(النّهاية في الفِتَن والمَلاحِم :49/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

''مہدی نکلیں گے۔ان کا ظہور مشرق کے علاقے سے ہوگا، نہ کہ سامراء کے مورچے سے، جاہل رافضیوں کا خیال ہے کہ وہ مہدی اس غار میں موجود ہیں اور وہ آخری زمانے میں ان کے خروج کے منتظر ہیں۔یہ ایک قسم کی بے وقوفی، بہت بڑی رسوائی اور شیطان کی طرف سے شدید ہوس ہے، کیونکہ اس پر کوئی دلیل و برہان نہیں، قرآن سے نہ سنت رسول سے، عقل سے اور نہ استحسان (قیاس) سے۔''

(النّهاية في الفِتَن والمَلاحِم :55/1)

مزید لکھتے ہیں:

''جن بارہ اماموں کے بارے میں روایات منقول ہیں، وہ سارے قریشی ہوں گے، ان سے مراد وہ بارہ نہیں، جن کی امامت کا دعویٰ رافضی کرتے ہیں، ان کے خیال کے مطابق صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی امامت کی ہے، نیز ان کے گمان کے مطابق آخری مہدی منتظر ہوگا، جو سامراء کے پہاڑوں میں روپوش ہے، جس کا کوئی وجود اور نام ونشان نہیں ہے، بلکہ حدیث میں جن بارہ ائمہ کی خبر دی گئی ہے، ان سے مراد خلفائے اربعہ سیدنا

ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم نیز عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہیں، ائمہ اہل سنت کا بارہ اماموں کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

(البداية والنّهاية : 278/6)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امامی رافضیوں کی چوتھی بات یہ ہے کہ مہدی کا نام محمد بن حسن عسکری ہے، جس کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ وہ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی نسل سے ہے، سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نسل سے نہیں۔ وہ آبادیوں میں موجود ہے، لیکن آنکھوں سے اوجھل ہے۔ عصا کا وارث ہے، خلا کو پُر کرے گا، وہ چھوٹا سا تھا، جب سامراء کے مورچے میں داخل ہوا تھا۔ یہ پانچ سو سال (اور اب سے کوئی بارہ سو سال) پہلے کی بات ہے۔ اس کے بعد نہ کسی آنکھ نے اسے دیکھا، نہ اس کے بارے میں کوئی خبر ملی، نہ کوئی نشان ملا۔ امامی شیعہ ہر روز گھوڑے لے کر مورچے کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس کا انتظار کرتے ہیں اور اسے آوازیں لگاتے ہیں کہ اے ہمارے مولیٰ تو نکل، اے ہمارے مولا تو نکل۔ پھر وہ ناکامی و نامرادی کے ساتھ واپس لوٹ جاتے ہیں۔ یہ ان کی اور ان کے امام منتظر کی روداد ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

مَا آنَ لِلسِّرْدَابِ أَنْ يَّلِدَ الَّـذِي كَلَّمْتُمُوهُ بِجَهْلِكُمْ مَّا آنَـا

فَعَلٰى عُقُولِكُمُ الْعَفَاءُ، فَإِنَّكُمْ ثَلَّثْتُمُ الْعَنْقَـاءَ وَالْغِيْـلَانَا

ابھی وقت نہیں آیا، ابھی وقت نہیں آیا کہ مورچے سے وہ شخص نمودار ہو، جس سے تم اپنی جہالت کی بنا پر باتیں کرتے ہو۔ تمہاری عقلوں پر مٹی پڑ گئی ہے اور

تم عنقاء اور غیلان (عربوں کے ہاں دو وہمی وخیالی چیزوں) کو تین کر رہے ہو۔ یہ لوگ بنی آدم کے لیے باعث عار ہیں، کوئی صاحب عقل وبینش ان کی بیوقوفی پر ہنسے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

(المنار المنیف : 153)

عنقاء وہ پرندہ ہے، جس کا نام لیا جاتا ہے، لیکن وجود نہیں ملتا۔ اسی طرح غیلان چڑیل کو کہتے ہیں، جس کا نام تو ہے، لیکن وجود کوئی نہیں، اسی طرح شیعوں کے مہدی اور امام غائب کا نام ہی ہے، وجود کوئی نہیں۔

**سوال**: ودیعت (امانت) کے کیا احکام ہیں؟

**جواب**: ودیعت وہ مال ہے، جو کسی کے پاس رکھوایا جائے اور اس پر معاوضہ نہ ہو۔ مال رکھوانے والے کو ''مودِع'' اور جس کے پاس رکھوایا جائے، اسے ''مودَع'' کہتے ہیں۔ ودیعت بالاجماع جائز ہے۔ مودَع پر مال کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ جب مالک اپنی امانت واپس مانگے، تو اسے لوٹائی جائے۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾(النّساء : ٥٨)

''اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کے حوالے کر دو۔''

② ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ﴾(البقرة : ٢٨٣)

''اگر آپس میں امن وامان ہو، تو جسے امانت سونپی گئی ہے، وہ اس کی ادائیگی

(مالک کو) کردے اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے، جو اس کا رب ہے۔‘‘

③ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ﴾

(آل عمران: 75)

’’بعض اہل کتاب ایسے ہیں کہ آپ ان کے پاس خزانہ بھی بطور امانت رکھیں، تو آپ کو واپس لوٹا دیں گے۔‘‘

کوئی بھی چیز بطور امانت رکھنا معاشرتی ضرورت ہے، جس کا شریعت نے بھی لحاظ رکھا ہے۔ آیات بالا سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ امانت رکھنا جائز ہے، تب ہی تو اسے صحیح سلامت مالکوں کو لوٹانے کا حکم ہوا ہے۔ نیز امانت کو لکھنے اور بسا اوقات نہ لکھنے کا جواز بھی بیان ہوا ہے، اگر یہ جائز نہ ہوتا، تو اس کے عدم جواز پر نص قائم ہو جاتی۔

مودَع کے لیے ضروری ہے کہ وہ ودیعت کردہ مال کی حفاظت ایسے کرے، جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے۔ اسے اپنے قبضے میں رکھے اور لاپرواہی نہ کرے۔

## ودیعت تلف ہو جائے؟:

ودیعت کردہ چیز مودَع کے پاس ضائع ہو جائے، تو اس کا نقصان کس کے ذمہ ہوگا، مودَع کے یا مودِع کے؟

اس کی مختلف صورتیں ہیں، بعض صورتوں میں اس نقصان کا ذمہ دار مودَع ہوگا اور بعض صورتوں میں یہ نقصان مودِع کا ہی ہوگا اور وہ مودَع سے مطالبہ کا مجاز نہ ہوگا۔

## جن صورتوں میں مودَع ضامن ہے:

مندرجہ ذیل صورتوں میں نقصان کا ذمہ دار مودَع ہوگا۔

① مودَع مال کی حفاظت نہ کرے، بلکہ اسے تلف ہوتا دیکھے، لیکن باوجود استطاعت کے، اس کی حفاظت نہ کرے، مثلاً اس کے سامنے لوگ مال کو نقصان پہنچا رہے ہوں اور طاقت کے باوجود نہ روکے۔

② مالک کی اجازت کے بغیر مال کو استعمال کرنا شروع کر دیا اور اسی دوران نقصان ہو گیا، تو ذمہ دار بھی استعمال کرنے والا ہوگا۔

③ مودَع امانت کسی ایسے شخص کے سپرد کر دے، جو حفاظت کرنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو، اس کے پاس مال تلف ہو گیا، تو اس کا نقصان مودَع کے ذمہ ہوگا۔

④ ودیعت کردہ مال کو مودَع اپنے مال کے ساتھ اس انداز میں شامل کر لے کہ اسے علیحدہ کرنا دشوار ہو، تو بھی مودَع ذمہ دار ہے۔

⑤ اگر مودِع مال واپس مانگے، لیکن مودَع مکر جائے کہ آپ نے مجھے مال دیا ہی نہیں، پھر بعد میں اقرار کر لے، لیکن عذر پیش کرے کہ مال تلف ہو گیا ہے، تو اس صورت میں مودَع ضامن ہوگا اور مودِع مال کے مطالبہ کا مجاز ہوگا۔

## جن صورتوں میں مودَع ضامن نہیں:

① اگر مال ودیعت پر قدرتی آفت آ جائے، تو اس صورت میں نقصان کا ذمہ دار مودَع نہیں ہوگا، بلکہ اس کا نقصان مودِع (مال کے مالک) کو ہی ہوگا۔

② مال چوری ہو جائے یا ڈاکو لوٹ کر لے جائیں۔ مال کو بچانا مودَع کی استطاعت سے باہر ہو، تو نقصان کا ذمہ دار مودَع کو نہ ٹھہرایا جائے گا۔

③ مودَع نے چیز کو استعمال نہیں کیا، لیکن پھر بھی خراب ہو گئی، مودَع کو اس کے خراب ہونے کا بھی علم نہیں، تو اس خرابی کا ذمہ دار مودَع نہ ہوگا۔